# علمائے اودھ اور معقولات

از جناب مسعود انور علوی کاکوروی

اگر ہم تاریخ ہند کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے تمام علاقوں میں کسی نہ کسی دور میں علماء و ارباب کمال پیدا ہوتے رہے ہیں۔ لیکن اس کہنے میں مطلق تامل نہ ہوگا کہ اودھ کے علاقے کو عموماً اور دارالسلطنت لکھنؤ اور اس کے مضافات کو خصوصاً کسی نہ کسی جہت سے ان مقامات پر فوقیت حاصل ہے۔ خصوصاً صوبہ اودھ کا وہ دور جو نواب سعادت خاں برہان الملک (۱۷۲۱ء/ ۴-۱۱۳۳ھ — ۱۷۳۸ء/ ۱۱۵۱ھ) سے آخری تاجدار اودھ نواب واجد علی شاہ اختر (۱۸۴۷ء ۱۲۶۲ھ — ۱۸۵۶ء/ ۱۲۷۱ھ) تک کا ہے نابغۂ روزگار افراد کا گہوارہ ہے۔ فنون لطیفہ اور دیگر علوم کی ترقی جیسی اس دور میں ہوئی اس کی مثال مشکل سے کسی دور میں ملے گی۔ آئندہ سطور میں اودھ میں منطق و فلسفہ کی ترویج و اشاعت اور اس سلسلے میں یہاں کے علماء کی قلمی نگارشات کا ایک جائزہ پیش خدمت ہے۔

ہندوستانی علما نے فقہ کے بعد معقولات پر سب سے زیادہ توجہ صرف کی۔ معقولات میں درج شدہ چھ علوم آتے ہیں: ۱۔ فلسفہ طبیعیات و الٰہیات ۲۔ علم منطق ۳۔ علم مباحثہ و مناظرہ ۴۔ علم ریاضی ۵۔ حکمت عملی ۶۔ طب۔

ان چھ علوم کی بھی متعدد قسمیں ہیں مثلاً ریاضی میں ہندسہ، جر ثقیل، حساب، جبر و مقابلہ، رصد، اصطرلاب، موسیقی، اقلیدس اور مساحت وغیرہ ہیں۔

علوم عقلیہ کی تاریخ بہت کافی پرانی ہے۔ یونان میں اب سے کئی ہزار سال پیشتر ان علوم کا بڑا چرچا تھا۔ مختلف مکاتبِ فکر کے فلسفی موجود تھے۔ فلسفیانہ علوم کی ابتدا حکیم لقمان سے ہوئی۔ بعدازاں یہ علم سقراط تک پہنچا اُس کے بعد اس کے شاگرد افلاطون نے اس کی ترویج و اشاعت کی۔ افلاطون کی موت کے بعد اس کے شاگرد ارسطو نے اِس علم کو اوج کمال پر پہنچایا اور اس میں کامل مہارت حاصل کی۔ فن منطق کا موجد و بانی بھی وہی ہے، اسی لئے اسے معلم اوّل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

یہ کلیہ ہے کہ علوم و فنون کی نشو و نما اور ترقی و ترویج قوموں کے زوال و عروج کی رہینِ منت ہوتی ہے۔ چنانچہ یونان کے زوال کے ساتھ ہی یہ فلسفیانہ علوم بھی متاثر ہوئے۔ علوم عقلیہ کی بیش قیمت کتابیں جو کبھی کھل ابھر رہی تھیں لائبریریوں اور کتاب خانوں کی زینت بن کر رہ گئیں۔ لیکن جب مسلمانوں کو غلبہ و اقتدار حاصل ہوا تو اموی خلیفہ خالد بن یزید بن معاویہ (۸۵ھ/۷۰۴ء) جو علوم عقلیہ کا عاشق و شیفتہ تھا نے فلسفہ کی منتخب کتابوں کو عربی زبان میں منتقل کرایا۔ عیسائی مترجمین نے طبیعیات کی کچھ کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔ مسلمانوں نے جب ان سے استفادہ کیا ان کی دلچسپی بڑھی۔ خلفائے عباس میں ہارون رشید (۱۷۰ھ/۷۸۶ء ـــ ۱۹۳ھ/۸۰۹ء) اور مامون (۱۹۸ھ/۸۱۳ء ـــ ۲۱۸ھ/۸۳۳ء) کو ان علوم سے بڑی دلچسپی

[illegible]

تھی۔ چنانچہ فلسفہ کی متعدد کتابوں کے عربی تراجم ہوئے۔ مامون [illegible]
سے ترجمے کرائے ان میں حنین بن اسحق اور ثابت بن قرہ [illegible]
رفتہ رفتہ مسلمانوں کا شوق اور شغف بڑھتا گیا اور ان میں بلند پایہ فلسفی اور
علوم عقلیہ کے ماہرین پیدا ہوئے جن میں ابونصر فارابی (۹۵۰ء)، ابن سینا (۱۰۳۸ء)
ابن رشد (۱۱۹۸ء)، ابوبکر صائغ اندلسی، فخرالدین رازی، نصیرالدین طوسی،
قطب الدین شیرازی، جلال الدین محقق دوانی، فاضل میرزا جان، سید
شریف جرجانی، میرزا ہد ہروی اور خواجہ حسن شاہ بہال جیسے عبقری خاص توجہ
کے مستحق ہیں۔ جنھوں نے اپنی عبقریت اور عقلی موشگافیوں کی بنا پر علوم عقلیہ نے شائقین
پر عظیم احسان کیا اور ان کے افکار کے واسطے راہیں کھولیں۔

تاریخ کے مطالعہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ابتدائی دور کے مسلمانوں نے
زمانۂ جاہلیت کے اپنے پیش روؤں سے "علوم عقلیہ" میں سے بطور وراثت کچھ بھی نہ پایا
اسلامی فلسفہ کا موجد و مخترع اور بانی کون ہے اس کے بارے میں حتمی فیصلہ مشکل
ہے۔ مگر مروج اور متداول فلسفہ جو عالم اسلامی میں موجود اور خصوصاً ہندوستان
میں رائج ہوا اس کا اصل موجد اور بانی تو ارسطو ہے لیکن چوں کہ شیخ الرئیس بوعلی سینا
نے اس فلسفہ کی تعبیر و توجیہہ کی تھی، اس لئے وہی اس نوع کے اسلامی فلسفہ کا بانی قرار پایا
واقعہ ہے جو ارسطو کے افکار و تصورات اور باطنی فرقہ کی تعلیمات کا امتزاج تھا۔[۱]
یہی ارسطاطالیسی، ابن سینائی فکری نظام پوری اسلامی دنیا اور بالخصوص برصغیر
پاک و ہند میں فلسفۂ اسلامی کا مصداق بن کر پھیل گیا۔ اس فلسفہ کی تعلیم کا آخری سلسلہ
محقق دوانی اور محقق طوسی کی وساطت سے شیخ الرئیس ابن سینا ہی تک پہنچتا ہے۔

---

۱۔ الرد علی المنطقیین۔ ابن تیمیہ : ۱۴۳۔۱۴۴۔

[illegible] علم کی [illegible] کی انتہا صرف وقت سے ہوئی۔ چند معاشرتی اور سیاسی [illegible] کی وجہ سے علماء میں فلسفہ کے خلاف شدید بیزاری پائی جاتی تھی۔ سلطان شمس الدین التمش کے دربار میں سید نور الدین مبارک غزنویؒ فلسفہ و علم کے خلاف بڑی شد و مد سے وعظ بیان کرتے تھے۔

و بسبب علوم فلسفہ و معتقدان معقولات فلاسفہ را در بلاد

ممالک محروسہ نگذارند و علم فلسفہ را سبق گفتن ندہی

و هم کلان مداهنہ دارند[1]

علوم عقلیہ سے بیزاری و نفرت کی کیفیت غیاث الدین بلبن (۱۲۶۶ء–۱۲۸۸ء) اور جلال الدین خلجی (۶۸۸ھ/۱۲۸۹ء–۶۹۵ھ/۱۲۹۵ء) کے عہد تک رہی۔ علاء الدین خلجی کے عہد (۶۹۵ھ/۱۲۹۵ء – ۷۱۶ھ/۱۳۱۶ء) کے علماء کی سرگرمیوں کے ضمن میں مولانا ضیاء الدین برنی نے معقولات و منطق کا نام لیا ہے۔ محمد بن تغلق (۷۲۵ھ/ ۱۳۲۴ء – ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء) فلسفہ کا بڑا شائق تھا۔ چنانچہ اس کے دور میں معقولات کو کافی ترقی ہوئی۔ برنی کے قول کے مطابق اس کے درباری علماء میں مولانا علیم الدین فلسفی بھی شامل تھے جن سے وہ باقاعدہ بحث کرتا تھا۔ علوم عقلیہ میں محمد بن تغلق کے شغف و انہماک کا علم ابن بطوطہ کی درج ذیل شہادت سے ہوتا ہے:

"فقد رأیتُ من الهند یتذاکر بین یدیہ
بعد صلوۃ الصبح فی العلوم المعقولات خاصۃ"[2]

میں نے شہنشاہ ہندوستان کے روبرو فجر کی نماز کے بعد علوم ــــ معقولات پر

---

۱۔ تاریخ فیروز شاہی، ضیاء الدین برنی (کلکتہ ۱۸۶۲ء) : ۴۳

۲۔ الرحلۃ ابن بطوطہ (الطبعۃ الاولیٰ، مصر المطبعۃ الازہریۃ ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء) ۲ : ۲۸۱۔

مذاکرہ ہوتے دیکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب بادشاہ عربان علم کے مباحث میں شریک ہوتا ہو تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ اس کے درباری علماء اس سے پہلو تہی کرتے۔

نویں صدی ہجری کے آخر میں ملتان کے ایک عالم میر سید شریف سے اکتساب علم کر کے آئے۔ ان کے دو ممتاز شاگرد شیخ سماء الدین ملتانی اور مولانا فتح اللہ ملتانی ہوئے۔ مولانا فتح اللہ کے صاحب زادہ مولانا ابراہیم کے علاوہ مولانا عبداللہ تلنبی اور شیخ عزیز اللہ ملتانی بھی ان کے شاگرد ہوئے جن کی وجہ سے سکندر لودی کے عہد میں شمالی ہندوستان میں معقولات کو ترقی کے مواقع میسر ہوئے اور ایک نئی رونق ملی۔ مگر محقق دوانی کے شاگردوں نے معقولات میں بڑی موثر اور دیرپا خدمات انجام دیں۔ اُن کے چھ اہم و ممتاز شاگرد لائق ذکر ہیں۔ ۱۔ ابوالفضل خطیب گازرونی ۲۔ سید ابوالفضل استرآبادی ۳۔ ملا عماد طارمی ۴۔ رفیع الدین صفوی ۵۔ خواجہ جمال الدین محمود ۶۔ میر حسین میبذی۔

موخر الذکر شاگرد ہندوستان تو نہ آسکے مگر ان کی شرح ہدایۃ الحکمۃ نے جو اُن کے نام پر "میبذی" کہلاتی ہے، شہرتِ دوام حاصل کرلی۔

شہنشاہ بابر کے ہمراہ ماوراء النہر سے جو علماء آئے ان کے نصاب پر معقولات کا اثر بری طرح تھا اس لئے ہندوستان کے تعلیمی نظام پر اس کا اثر پڑنا لازمی تھا۔ نوواردوں کی اکثریت معقولیوں کی تھی[۱]۔ ابوالفضل نے عہد اکبری کے علماء کو پانچ طبقوں میں دکھایا ہے۔

---

۱۔ چنانچہ مولانا عبدالسمیع اندجانی "شرح مواقف" اور "حکمۃ العین" کے پڑھانے میں بقول صاحب "ہفت اقلیم" احمد امین رازی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ۱۲ منہ

۲۔ تصوف و فلسفہ دونوں کے واقف کار، خداوند باطن، جو مرشد تصوف کے دانائے راز، دانندۂ معقول و منقول، شناسائے عقل کلام، جویائے نقلی مقالہ تھا۔

[illegible] سب سے اہم اسباب علمائے شریعت کا ... سمجھا تھا[1]
[illegible] معقولات کی ترویج و اشاعت اور اس کی مقبولیت کے اسباب کے
[illegible] اسی کی چنداں ضرورت۔

ہندوستان میں معقولات کا وہ سلسلہ جو خواجہ جمال الدین محمود سے چلا، نہایت مستحکم ثابت ہوا۔ یہ سلسلہ ان کے دو شاگردوں، مرزا جان شیرازی اور امیر فتح اللہ شیرازی سے چلا ہے۔ امیر فتح اللہ شیرازی بیجاپور سے اکبری دربار آئے۔ یہاں سے شہرت و ناموری کے کمال کو پہنچے اور ہندوستان میں علوم عقلیہ کی ترویج و اشاعت زور شور سے شروع ہو گئی جس کے نتیجے میں یہاں جلد ہی کے علمائے معقولات پیدا ہوئے۔ ان میں شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی، ملا عبد السلام لاہوری، مفتی عبد السلام دیوی، ملا عبد الحکیم سیالکوٹی، ملا کمال الدین کشمیری، ملا محب اللہ بہاری اور ملا محمود جونپوری جیسے بے شمار علماء اپنے اپنے عہد کے آفتاب و ماہتاب بن کر آسمان شہرت پر چمکے۔

ان علمائے وقت کی بساط درس پر جن فضلا نے زانوئے تلمذ تہ کیا اور اُن کے تلامذہ سے اکتساب کیا وہ بھی اپنے دور کے فارابی و ابن سینا اور ائمہ معقولات ہوئے۔ اس سلسلہ میں علمائے اودھ نمایاں اور قابل ذکر ہیں۔ ملا نظام الدین سہالوی، ملا قطب الدین شہید، ملا کمال الدین سہالوی، قاضی مبارک گوپاموی، ملا حمد اللہ سندیلوی، علامہ فضل امام خیرآبادی، علامہ فضل حق خیرآبادی، ملا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی، ملا محمد مبین فرنگی محلی اور ملا محمد حسن جیسے علماء کی ایک طویل فہرست ہے۔

---

۱۔ آئین اکبری، شیخ ابو الفضل العلامی (دہلی، مطبع اسماعیلی ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۲ء) ۲: ۱۱۶۔

فلسفہ وحکمت کے مستقل متون کی تصنیف کا آغاز الشیخ الرئیس بوعلی سینا سے ہوتا ہے۔ ذیل میں ان تصانیف کا مجملاً تذکرہ ہے جنھوں نے ہندوستانی علماء کی تدریسی وتعلیمی اور توضیحی سرگرمیوں کو بڑی حد تک متاثر کیا ہے۔

۱۔ الشیخ الرئیس کا نام سب سے زیادہ اہم ہے۔ اس کی "الشفا"، "الحکمۃ المشرقیہ" اور "کتاب الاشارات والتنبیہات" ہیں۔

۲۔ دوسری اہم کتاب شیخ سراج الدین ارموی کی "مطالع الانوار" ہے اس کی شرح قطب الدین رازی نے لکھی جس پر سید شریف جرجانی نے حاشیہ لکھا۔

۳۔ اثیر الدین ابہری (۶۶۱ھ/۱۲۶۱ء) نے ساتویں صدی کے نصف اول میں "ہدایۃ الحکمۃ" لکھی۔ اس کے تین جزو تھے۔ منطق، طبیعیات، الہیات۔ اول الذکر ناپید ہے۔ طبیعیات والہیات پر محقق دوانی کے شاگرد، میر حسین میبذی نے شرح لکھی جس کا ذکر گذر چکا ہے۔ یہ شرح ان کے نام سے منسوب ہوکر "میبذی" کہلاتی ہے۔ دوسری اہم شرح گیارہویں صدی ہجری میں صدر الدین ابراہیم شیرازی نے لکھی جو ان کے نام سے مشہور ہوکر "صدرا" کہلاتی ہے۔ اثیر الدین ابہری نے منطق کا ایک مختصر سا متن بھی "ایساغوجی" کے نام سے لکھا۔ اس پر میر سید شریف نے "میر ایساغوجی" کے نام سے شرح لکھی۔

۴۔ "شرح المطالع" اور "شرح الشمسیہ" (القطبی) کے علاوہ قطب الدین رازی "الرسالہ فی التصور والتصدیق" کے نام سے ایک مستقل رسالہ تصور وتصدیق کے موضوع پر لکھا۔ اس کی شرح میر زاہد ہروی نے القطبیہ کے نام سے لکھی۔

۵۔ "تہذیب المنطق والکلام"۔ علامہ سعد الدین تفتازانی کی "تہذیب المنطق" کے جزو منطق کی محقق دوانی نے شرح لکھی۔ اس کی تکمیل امیر فتح اللہ شیرازی

نے کی۔ دوسری شرح ملا عبداللہ ایزدی نے کی۔

۲۔ "الافق المبین"۔ میر باقر داماد کی یہ کتاب بلاشبہ صفویوں کے عہد کی ایرانی فلسفیانہ عبقریت کی شاہکار ہے۔ علامہ فضل حق خیرآبادی نے اس پر حاشیہ لکھا۔

ہندوستانی مصنفین اور علمائے کرام نے علم معقولات میں بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ علمائے اودھ نے درس وتدریس اور تعلیم وتعلم ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ متقدمین کے فلسفہ ومنطق کے بے شمار شاہکاروں کے حواشی وشروح لکھے جو بجائے خود فلسفیانہ فکر کے شاہکار ہیں۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہاں کی فلسفہ ومنطق کی ان گنت کتابوں کا طرز بیرون ہند کی مرتب شدہ تصانیف سے کچھ زیادہ ہی اچھوتا، نیا اور مختلف رہا۔ درج ذیل تینوں عبارتوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اودھ کے علماء نے اپنے انداز میں کیسا اچھوتا رنگ اور تیکھاپن پیدا کیا تھا۔ علامہ محقق دوانی کا قول ہے:

> قولہ العلم الخ ھو الصورۃ الحاصلۃ من الشئ عند العقل، لم نقل حصول صورۃ الشئ فی العقل لما فیہ من المسامحۃ من حیث ان العلم ھو نفس الصورۃ لأنہ من مقولۃ الکیف علی الأصح لاحصولھا الذی ھو النسبۃ بین الصورۃ والعقل الخ[1]

میرزاہد ہروی کی عبارت ملاحظہ ہو:

> قولہ من حیث أن العلم آہ (الخ) اعلم أن للعلم

---

۱۔ المجموعۃ العجیبۃ من ملاجلال، میرزاہد، بحرالعلوم، قاضی مبارک: ۶۔

معنیین، الأول المعنى المصدري، والثاني المعنى الذي به الانكشاف، والأول هو حصول الصورة والثاني الصورة الحاصلة ولا شك أن الغرض العلمي لم يتعلق بالأول فإنه ليس كاسبا ولا مكتسبا فالمراد بحصول الصورة ههنا الصورة الحاصلة على سبيل المسامحة هذا ما يذهب إليه النظر الجلي ثم النظر الدقيق يحكم بأن المراد حصول الصورة المعنى الحاصل بالمصدر وحقيقة ما يعبر عنه بالفارسية بدانش۔ الخ[1]

بحر العلوم کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"قوله والثاني "المعنى الذي به الانكشاف" وهو العلم الحقيقي وهو الذي يفحص عن حقيقته أنه الصورة أو غيرها ومن ادعى بداهة كنهه، فإن أراد العلم الحقيقي فقد غلط ولم يعلم حقيقته إلا بعد فحص غائر وإن أراد المصدري فهو حق إلا أنه لا نزاع بينه وبين قائلي الكسبية فإنهم أرادوا العلم الحقيقي" الخ[2]

سلاطین مغلیہ کے زوال کے ساتھ وہ بساط علم جب دربار اودھ میں بچھی تو سلاطین اودھ

---

۱۔ مصدر سابق: ۵۰۔

۲۔ مصدر سابق: ۵۰۔

کی سرپرستی کی بنا پر اور صدیوں سے بنے ہوئے عام ہندوستانی ماحول اور رجحان کے پیش نظر علوم نقلیہ کا یہاں بھی دور دوراشہ ورع ہو گیا۔ علمائے فرنگی محل اور خیرآبادی خاندان اس سلسلہ میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اب مختصر طور پر سمجھ لیا جائے کہ منطق ہے کیا؟ - یہ دراصل اُن کلی قواعد کا نام ہے جن کی پابندی کرنے سے انسانی ذہن اپنے نظریات و افکار میں غلطی سے محفوظ رہتا ہے[1] اس کا خاص فائدہ یہ ہے کہ عقلی علوم صحیح طریقے سے [illegible] ہوں۔ ابونصر فارابی نے اس کو رئیس العلوم اور الشیخ الرئیس ابن سینا نے خادم العلوم کہا ہے۔ اس کے نو ۹ بنیادی اصول ہیں: ۱۔ کلیات ۲۔ تعریفات ۳۔ تصدیقات ۴۔ قیاس ۵۔ برہان ۶۔ خطابت ۷۔ جدل ۸۔ مغالطہ ۹۔ شعر[2]

منطق کس طرح اپنے ارتقائی منازل سے گذر کر برصغیر ہند و پاک کے علمی ماحول پر مسلط ہوئی اور یہاں کے علماء نے وقتاً فوقتاً اپنی ذہنی و فکری قوت سے اس کی آبیاری کی، اس کا بہت کچھ اندازہ گذشتہ صفحات سے ہو چکا ہوگا۔ منطق کی جانب یہاں کے علماء و طلبہ کی دلچسپی و توجہ اور شغف کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ تفسیر قرآن جیسے اہم اور ضروری علم میں، تو صرف "جلالین" اور "قاضی بیضاوی" کی تفسیر اور وہ بھی سورۂ بقر تک داخل درس تھیں اور منطق میں میر سید شریف جرجانی کی "صغریٰ" سے لے کر "میر زاہد امور عامہ" تک بیش بائیس ۲۲ کتابیں داخل نصاب تھیں اور پھر بھی نہ پڑھنے والوں کی تشفی ہوتی تھی اور

---

۱۔ منطق آلۃ قانونیۃ تعصم مراعاتہا الذہن عن الخطاء الفکر (القطبی)

۲۔ الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند، سید عبدالحی الحسنی الرائے بریلوی، المجمع العلمی العربی ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء): ۲۵۳۔

نہ پڑھانے والوں کی۔

بانی درس نظامی ملا نظام الدین فرنگی محلی نے مولانا محمد واضح نبیرہ شاہ علم اللہ رائے بریلوی کے اشکال پر آن سے منطق کے سلسلہ میں جو فرمایا اس سے منطق کی قدر و منزلت کا اندازہ ہوتا ہے:

"امامنطق، وسیلۂ ازدیاد قوت نطقیہ و طریقۂ امتیاز رائے صواب از رائے باطل است کہ مراعات قوانین منطق موجب عصمت از خطا است در فکر پس دانستن قدر ضروری ازاں واجب، چہ وے از مبادی علم اصول فقہ است وممنوع و حرام مزاولت قواعد فلسفیہ کہ مخالف نص قرآنی و احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات باشند۔"[1]

یعنی رہا منطق کا معاملہ تو وہ قوت عقلیہ میں اضافہ کرتی ہے۔ اس کے ذریعہ صحیح و غلط کے درمیان فرق کیا جا سکتا ہے۔ منطق کے قواعد کو پیش نظر رکھنے سے غور و فکر میں غلطی سے بچا جا سکتا ہے۔ اس وجہ سے حسب ضرورت منطق کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ وہ اصول فقہ کے مبادیات میں سے ہے۔ حرام یا ممنوع اگر ہے تو وہ فلسفہ کے اُن قواعد و اصول میں مشغولیت ہے جو قرآن و احادیث کے خلاف ہیں۔

ہندوستانیوں نے منطق میں اپنا لوہا منوایا۔ ملا محب اللہ بہاری کی تصنیف "سلم العلوم" کے ذریعہ ہی عالم اسلام کی منطقی مہارت اوج کمال کو پہنچی۔ یہ کتاب اس درجہ مقبول و مشہور ہوئی کہ علماء نے اسے نصاب درس میں شامل کیا۔ اس کی

---

۱۔ عمدۃ الوسائل للنجاۃ، خطوطہ فرنگی محل کلکشن آزاد لائبریری (یونیورسٹی ضمیمہ ۳ فارسی تذکرہ)

شمولیت کے ساتھ ہی متعدد علمار نے اس کے شروح وحواشی لکھے جو بجائے خود منطق کے قابل فخر کارناموں میں شمار کیے جانے کے بلا شبہ مستحق ہیں۔ جن اودھی علمار نے "سلم العلوم" کی شرح، شرح کی شرح اور اس پر حاشیے لکھے ان کی ایک بڑی تعداد ہے جن میں سے درج ذیل زیادہ اہم ہیں:

۱۔ شرح السلم۔ قاضی مبارک بن دائم گوپاموی (۱۱۴۳ھ/۱۷۳۰ء) النزہتہ ۶: ۲۴۸
۲۔ شرح السلم۔ ملا حمداللہ بن شکراللہ سندیلی (۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء) " ۶: ۷۵
۳۔ شرح السلم۔ ملا محمد حسن فرنگی محلی (۱۱۹۹ھ/۱۷۸۵ء) " ۶: ۲۹۷
۴۔ مرآۃ الشروح شرح السلم۔ ملا محمد مبین لکھنوی (۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء) " ۷: ۴۰۴
۵۔ شرح السلم۔ ملا عبدالعلی بحرالعلوم (۱۲۲۵ھ/۱۸۱۴ء) " ۷: ۲۸۹
۶۔ شرح السلم (بحث التصدیقات) نعیم الدین بن شیخ الدین قنوجی " ۷: ۵۰۷
۷۔ تکملہ شرح السلم ملا محمد حسن۔ شیخ ولی اللہ لکھنوی (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء) " ۷: ۵۲۷
۸۔ حاشیہ شرح السلم۔ مولانا تراب علی لکھنوی (۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء) " ۷: ۱۰۵
۹۔ حاشیہ شرح السلم۔ حیدر علی بن حمداللہ سندیلوی (۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء) " ۷: ۱۵۳
۱۰۔ حاشیہ شرح السلم ملا محمد حسن۔ مولانا تراب علی لکھنوی (۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء) " ۷: ۱۰۵

علامہ فضل امام خیرآبادی نے منطق سے متعلق "المرقاۃ" مرتب کی۔ عبداللہ تلبنی ملتانی کی ... شرح میزان المنطق" کی شرح "تشحیذ الاذہان" لکھی۔ الشیخ الرئیس کی "الشفاء" کی ... حاشیہ مرتب کیا۔ علامہ فضل حق خیرآبادی کی "الہدیۃ السعیدیۃ" بڑی اہم ہے۔ اُن کے ... خلف الرشید مولانا عبدالحق خیرآبادی کی "شرح ہدایۃ الحکمۃ" آج بھی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ ملا ولی اللہ لکھنوی کا "حاشیہ صدرا" مشہور ومتداول رہا ہے۔ ملا ... حمد بن شکر اللہ سندیلوی کی "شرح سلم العلوم" اور "الشمس البازغہ" پر حاشیہ ان ... اعلیٰ ذہن کا قبول کا آئینہ ہیں۔ ملا محب اللہ بہاری کی "سلم العلوم"

منطق کی اعلیٰ ترین متون میں سے ہے۔ ہندو بیرون ہند میں منطق کی کوئی بھی کتاب اس کی افادیت، مقبولیت اور معنویت سے آگے نہیں ہے۔

عالمگیر کے عہد کے عظیم معقولی اور مفکر میر زاہد ہروی کے "زوابد ثلاثہ" کا بڑا حصہ خود ان کے طبع زاد افکار پر مشتمل ہے۔ "شرح المواقف لعضد الدین الایجی" پر انہوں نے اس وقت حاشیہ لکھا جب اُن کے شاگرد شاہ عبدالرحیم دہلوی ان سے سبق پڑھتے تھے "میر زاہد امور عامہ" کے بعد "شرح التہذیب للدوانی" کے دیباچہ پر حاشیہ لکھا جو میر زاہد ملا جلال کے نام سے مشہور ہوا۔ قطب الدین رازی کے "رسالہ تصور و تصدیق" کی شرح لکھی جو میر زاہد قطبیہ" کے نام سے متعارف ہوئی۔

حقیقتِ وجود کے مسئلہ میں "شرح حکمۃ العین، میر زاہد امور عامہ" کے محشیوں نے سیر حاصل بحثیں کی ہیں مگر علامہ فضل حق خیر آبادی نے اس سلسلہ میں ایک مستقل رسالہ "الروض المجود فی حقیقۃ الوجود" لکھا۔ اسی مبحث سے متعلق 'وحدت الوجود' کا مسئلہ ہے جو پورے برصغیر کی اسلامی فکر میں مابہ النزاع افکار کا معرکہ بنا رہا ہے۔ اس کی تائید و تردید میں جس قدر کتابیں اور رسائل معرض وجود میں آئے ان کا ذکر اور ان پر تبصرہ بجائے خود ایک ضخیم تصنیف کا متقاضی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس دور کے سیاسی حالات اور مذہبی و سماجی پہلوؤں پر گہری اور مجتہدانہ نظر رکھتے ہوئے 'وحدت الوجود' اور 'وحدت الشہود' میں تطبیق کی کوشش کی مگر شہودی مطمئن نہ ہو سکے اور شاہ صاحب کی اس کاوش ذہن و قلم سے یہی سمجھے کہ اُن کا رجحان 'وحدت الوجود' ہی کی طرف ہے۔ مولوی غلام یحییٰ بہاری (۱۱۸۰ھ/۱۷۶۷ء) نے ان افکار و نظریات کی تردید و تنقید میں ایک رسالہ "کلمۃ الحق" لکھا تو شاہ صاحب (۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) کے صاحبزادے شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء) نے اس کے رد میں "دمغ الباطل" مرتب کی۔

علمائے اودھ نے فلسفہ و منطق میں جو شاہکار اپنی یادگار چھوڑے ہیں ان کی ایک بڑی تعداد ہے جن میں مستقل کتب و رسائل بھی ہیں اور شروح و حواشی بھی۔ ان کتب و رسائل میں سے ایک محدود تعداد کی طباعت ہوئی اور زیادہ تر مخطوطہ کی شکل میں رہے۔ پھر استداد زمانہ اور مختلف حوادث کی وجہ سے بے شمار علمی کارنامے ضائع ہو گئے اور کچھ کے صرف نام ہی تذکرہ و تاریخ کی کتابوں کی زینت ہیں۔ کتب و رسائل کے درج کرنے میں مطبوعہ اور مخطوطہ کی صراحت کر دی گئی ہے۔ جن کتابوں کے صرف نام ہی مل سکے اور راقم کو ان کے مطبوعہ یا مخطوطہ نسخے نہ مل سکے وہ اسی طرح درج ذیل ہیں۔ ان کتب و رسائل کے متعلقہ مباحث اور فنی محاسن سے سیر حاصل بحث ایک مستقل ضخیم کتاب کی متقاضی ہے، اس لئے صرف ان کے اسماء پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ بعد ازاں طوالت کے خوف سے صرف تین شخصیتوں علامہ فضل امام، علامہ فضل حق اور مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی کے تعارف اور ان کی صرف ایک ایک شاہکار تصنیف کا خلاصہ و تعارف درج کیا جا رہا ہے:

۱۔ الرسالۃ فی تحقیق الجعل المرکب والبسیط۔ قاضی محمد پناہ بن امان جونپوری الموجودی (۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء) فرنگی محل کلکشن علی گڑھ ۸۵۹/۱۶۱

۲۔ الرسالۃ فی علم الطبیعی والالٰہی قاضی محمد پناہ بن امان جونپوری الموجودی (۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء) مظاہر العلوم سہارنپور ۵۹/۲

۳۔ شرح سلم العلوم۔ حمداللہ بن شکر اللہ سندیلوی (۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء) مطبوعہ

۴۔ الحاشیۃ علی شرح ہدایۃ الحکمۃ " " " " سبحان اللہ علی گڑھ ۱۱۰/۲۱

۵۔ الحاشیۃ علی الشمس البازغہ " " " " " " " ۱۱۰/۳۴

۶۔ التعلیقات علی شرح السلم " " " " فرنگی محل ۱۱۴۷/۱۳۳

۷۔ شرح سلم العلوم قاضی مبارک بن دائم گوپاموی (۱۱۶۲ھ/۱۷۴۹ء) مطبوعہ

منطق کی اعلیٰ ترین متون میں سے ہے۔ ہند و بیرون ہند میں منطق کی کوئی بھی کتاب اس کی افادیت، مقبولیت اور معنویت سے آگے نہیں ہے۔

عالمگیر کے عہد کے عظیم معقولی اور مفکر میرزاہد ہروی کے "زوائد ثلاثہ" کا بیشتر حصہ ان کے طبع زاد افکار پر مشتمل ہے۔ "شرح المواقف لعضد الدین الایجی" پر انہوں نے اس وقت حاشیہ لکھا جب ان کے شاگرد شاہ عبدالرحیم دہلوی ان سے سبق پڑھتے تھے "میرزاہد امور عامہ" کے بعد "شرح التہذیب للدوانی" کے دیباچہ پر حاشیہ لکھا جو "میرزاہد ملا جلال" کے نام سے مشہور ہوا۔ قطب الدین رازی کے "رسالہ تصور و تصدیق" کی شرح لکھی جو "میرزاہد قطبیہ" کے نام سے متعارف ہوئی۔

حقیقتِ وجود کے مسئلہ میں "شرح حکمۃ العین، میرزاہد امور عامہ" کے محشیوں نے سیر حاصل بحثیں کی ہیں مگر علامہ فضل حق خیر آبادی نے اس سلسلہ میں ایک مستقل رسالہ "الروض المجود فی حقیقۃ الوجود" لکھا۔ اسی مبحث سے متعلق 'وحدت الوجود' کا مسئلہ ہے جو پورے برصغیر کی اسلامی فکر میں مابہ النزاع اور افکار کا معرکہ بنا رہا ہے۔ اس کی تائید و تردید میں جس قدر کتابیں اور رسائل معرض وجود میں آئے ان کا ذکر اور ان پر تبصرہ بجائے خود ایک ضخیم تصنیف کا متقاضی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس دور کے سیاسی حالات اور مذہبی و سماجی پہلوؤں پر گہری اور مجتہدانہ نظر رکھتے ہوئے "وحدت الوجود اور وحدت الشہود" میں تطبیق کی کوشش کی مگر شہودی مطمئن نہ ہو سکے اور شاہ صاحب کی اس کاوش ذہن و قلم سے یہی سمجھے کہ ان کا رجحان 'وحدت الوجود' ہی کی طرف ہے۔ مولانا غلام یحییٰ بہاری (۱۱۸۰ھ/۱۷۶۷ء) نے ان افکار و نظریات کی تردید و تنقید میں ایک رسالہ "کلمۃ الحق" لکھا تو شاہ صاحب (۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) کے صاحبزادے شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء) نے اس کے رد میں "دمغ الباطل" مرتب کی۔

علمائے اودھ نے فلسفہ ومنطق میں جو شاہکار اپنی یادگار چھوڑے ہیں ان کی ایک بڑی تعداد ہے جن میں مستقل کتب ورسائل بھی ہیں اور شروح وحواشی بھی۔ ان کتب ورسائل میں سے ایک محدود تعداد کی طباعت ہوئی اور زیادہ تر مخطوطہ کی شکل میں رہے۔ پھر متعدد ناگہانی مختلف حوادث کی وجہ سے بے شمار علمی کارنامے ضائع ہوگئے اور کچھ کے صرف نام ہی تذکرہ وتاریخ کی کتابوں کی زینت ہیں۔ کتب ورسائل کے درج کرنے میں مطبوعہ اور مخطوطہ کی صراحت کردی گئی ہے۔ جن کتابوں کے صرف نام ہی مل سکے اور راقم کو ان کے مطبوعہ یا مخطوطہ نسخے نہ مل سکے وہ اسی طرح درج ذیل ہیں۔ ان کتب ورسائل کے متعلقہ مباحث اور فنی محاسن سے سیر حاصل بحث ایک مستقل ضخیم کتاب کی متقاضی ہے اس لئے صرف ان کے اسماء پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ بعد ازاں طوالت کے خوف سے صرف تین شخصیتوں علامہ فضل امام، علامہ فضل حق اور مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی کے تعارف اور ان کی صرف ایک ایک شاہکار تصنیف کا خلاصہ وتعارف درج کیا جا رہا ہے:

۱۔ الرسالۃ فی تحقیق الجعل المرکب والبسیط۔ قاضی محمد پناہ بن امان جونپوری الموجودنی (۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء) فرنگی محل کلکشن علی گڑھ ۸۵۹/۱۶۱

۲۔ رسالۃ فی العلم الطبیعی والالہی — قاضی محمد پناہ بن امان جونپوری الموجودنی (۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء) مظاہر العلوم سہارنپور ۵۹/۲

۳۔ شرح سلم العلوم — حمد اللہ بن شکر اللہ سندیلوی (۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء) مطبوعہ

۴۔ حاشیہ علی شرح ہدایۃ الحکمۃ — ″ ″ ″ ″ ″ سبحان اللہ علی گڑھ ۱۴/۲۱

۵۔ [illegible] البازغہ — ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۱۴/۳۴

۶۔ [illegible] السلم — ″ ″ ″ ″ فرنگی محل ۱۱۴۷/۱۳۴

قاضی مبارک بن دائم گوپاموی (۱۱۶۲ھ/۱۷۴۹ء) مطبوعہ

۸- الحاشیۃ علی شرح الحکمۃ للصدرا — ملا نظام الدین بن قطب الدین سہالوی (۱۱۶۶ھ/۱۷۵۳ء) سبحان اللہ ۱۱۰/۳۸

۹- الحاشیۃ علی الشمس البازغہ — ملا نظام الدین بن قطب الدین سہالوی (۱۱۶۶ھ/۱۷۵۳ء) فرنگی محل ۳۵۹/۳۶

۱۰- حاشیۃ علی الحواشی الزاہدیۃ لتہذیب الجلال — احمد عبد الحق بن ملا سعید لکھنوی (۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء)

۱۱- تصورات شرح السلم ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״

۱۲- سدرۃ العلوم فی شرح سلم العلوم ״ ״ ״ ״ رضا لائبریری رامپور ۱۲۸۶ب

۱۳- الرسالۃ فی الحدوث الذاتی والزمانی — برکت اللہ (بارھویں صدی ہجری) فرنگی محل ۸۵۷/۱۵۹

۱۴- اسعاد الفہوم حاشیۃ سلم العلوم ״ ״ ״ ״ ״ مطبوعہ

۱۵- التحقیق المنطقیۃ علی شرح الشمسیۃ المعروف بالقطبی ״ ״ ״ ״ ״ ״

۱۶- اقامت البرہان علی بدیع المیزان ״ ״ ״ ״ ״ ״

۱۷- تذکرۃ المیزان — میر جار اللہ الہ آبادی (بارھویں صدی ہجری) عبد السلام کلکشن علی گڑھ ۱۸۵

۱۸- الرسالۃ فی شبہۃ الاستلزام ״ ״ ״ ״ ״ ״ ۱۴۳۵/۱۵

۱۹- الرسالۃ فی مغالطۃ المعاندۃ الورود ״ ״ ״ ״ ״ ״ ۱۴۳۵/۱۶

۲۰- الرسالۃ فی شبہۃ نقیض الاعم الاخص ״ ״ ״ ״ ״ ״ ۱۴۳۵/۱۷

۲۱- الحاشیۃ علی التعلیقات الزاہدیۃ — غلام یحییٰ بن نجم الدین بہاری (۱۱۸۰ھ/۱۷۶۷ء) سبحان اللہ ۴۰/۴۴

۲۲- الحاشیۃ علی الحاشیۃ الزاہدیۃ علی الرسالۃ القطبیۃ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ۱۶۰/۲۹

۲۳- الحاشیۃ علی شرح ہدایۃ الحکمۃ — محمد اعلم بن محمد شاکر السندیلی (۱۱۹۸ھ/۱۷۸۴ء) سبحان اللہ ۱۱۰/۱۴

۲۴- الرسالۃ فی التشکیک ״ ״ ״ ״ ״ رضا لائبریری ۲۷۶۱/۴۳

۲۵- الحاشیۃ علی میر زاہد ملا جلال — ملا کمال الدین بن محمد دولت سہالوی (۱۱۷۵ھ/۱۷۶۲ء) مطبوعہ

۲۶- ״ ״ ״ ״ ״ — ملا محمد حسن بن غلام مصطفیٰ لکھنوی (۱۱۹۹ھ/۱۷۸۵ء) فرنگی محل علی گڑھ ۸۱۹/۱۲۱

۲۷۔ الحاشیۃ علی حاشیۃ میر زاہد علی الرسالۃ القطبیہ ملا محمد حسن بن غلام مصطفی لکھنوی (۱۱۹۹ھ/۱۷۸۵ء) مطبوعہ

۲۸۔ شرح سلم العلوم " " " " " " "

۲۹۔ الحاشیۃ علی الشمس البازغہ " " " " فرنگی محل ۹۲۴/۲۷۲

۳۰۔ الحاشیۃ علی شرح ہدایۃ الحکمۃ " " " " خدابخش پٹنہ ۱۸۷۰

۳۱۔ سامع العلوم " " " " رضا لائبریری ۴۶۰۳

۳۲۔ الحاشیۃ علی حاشیۃ میر زاہد علی شرح التہذیب احمد علی بن فتح محمد سندیلوی (۱۲۰۰ھ/۱۷۸۵ء) سبحان اللہ کلکشن ۲۹۷۴۴/۱۸

۳۳۔ الحاشیۃ علی حاشیۃ میر زاہد " " " " "

خدابخش ۱۴۱۹، فرنگی محل ۶۰۷/۶

۳۴۔ مجموعۃ الحواشی احمد علی بن فتح محمد سندیلوی (۱۲۰۰ھ/۱۷۸۵ء) سبحان اللہ کلکشن [illegible]

۳۵۔ شرح سلم العلوم " " " " " ندوۃ العلماء لکھنؤ ۴۲۵

۳۶۔ الحاشیۃ علی میر زاہد ملا جلال علامہ تفضل حسین خاں (۱۲۱۵ھ/۱۸۰۱ء)

رضا لائبریری ۲۷۵۸

۳۷۔ الحاشیۃ علی شرح السلم لحمد اللہ میر محمد باقر رامپوری (۱۱۹۸ھ/۱۷۸۳ء) فرنگی محل علی گڑھ ۸۴۷/۱۲۹

۳۸۔ الحاشیۃ شرح الجلالیہ " " " خدابخش ۳۶۴۲

۳۹۔ الحواشی علی شرح التہذیب للدوانی " " " " ۳۶۴۳

۴۰۔ کشف الغین عن شرح حکمۃ العین " " " رضا لائبریری ۲۹۴۳

۴۱۔ الحاشیۃ علی حاشیۃ میر زاہد علی الرسالۃ عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی (۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) مطبوعہ

۴۲۔ " " " " علی الرسالۃ القطبیہ " " " " " " "

۴۳۔ " " " " " شرح التہذیب " " " " " " "

۴۴۔ " " شرح التہذیب لملا جلال " " " " " "

۴۵۔ " " شرح ہدایۃ الحکمۃ " " " " خدابخش لائبریری ۱۸۹۸

۴۶۔ الحاشیۃ علی حاشیۃ ضابطۃ التہذیب — عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی (د ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) سلطان المکتبۃ ۲۶۷/۴۴

۴۷۔ 〃 〃 میر زاہد امور عامہ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲۶۳/۲۰

۴۸۔ الحاشیۃ المتعلقۃ علی الحواشی الزاہدیۃ الجلالیۃ 〃 〃 〃 〃 〃 سبحان اللہ ۱۴/۸۰

۴۹۔ العجالۃ النافعۃ 〃 〃 〃 〃 خدا بخش لائبریری ۲۷۹۶

۵۰۔ التعلیقات علی الافق المبین 〃 〃 〃 〃 رضا لائبریری ۲۹۸۹

۵۱۔ شرح سلم العلوم 〃 〃 〃 〃 مطبوعہ

۵۲۔ الرسالۃ فی المثناۃ بالتکریر 〃 〃 〃 〃 خدا بخش ۶۴۹۰

۵۳۔ الحاشیۃ علی میر زاہد — ملا کمال الدین بن محمد دولت سہالوی (د ۱۱۷۵ھ/۱۷۶۲ء) فرنگی محل ۲۱۵/۲۹۴

۵۴۔ الرسالۃ فی تحقیق علم الباری 〃 〃 〃 〃 رضا لائبریری ۱۲۳۵/۱۵

۵۵۔ الرسالۃ فی المقولات العشر 〃 〃 〃 〃 مطبوعہ

۵۶۔ الحاشیۃ علی شرح السلم للقاضی 〃 〃 〃 〃 رضا لائبریری ۲۸۰۸

۵۷۔ الحاشیۃ علی رسالۃ میر زاہد — ملا مبین فرنگی محلی (۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) سر سلیمان کلکشن ۱۹۰/۹۵

۵۸۔ شرح سلم العلوم 〃 〃 〃 〃 مطبوعہ

۵۹۔ الحاشیۃ علی المثناۃ بالتکریر 〃 〃 〃 〃 فرنگی محل ۸۷۶/۱۶۸

۶۰۔ الحاشیۃ علی رسالۃ میر زاہد — محمد علیم بن کفایت اللہ گوپاموی (۱۲۲۵ھ/۱۸۱۲ء) فرنگی محل ۵۶/۷

۶۱۔ شرح سلم العلوم 〃 〃 〃 〃 ندوۃ العلماء لکھنؤ ۷۵

۶۲۔ الرسالۃ فی حل شبہۃ الاستلزام — قاضی نجم الدین علی خاں علوی کاکوروی (۱۲۲۹ھ/۱۸۱۴ء) فرنگی محل ۱۲۳۵/۲۰

۶۳۔ الحاشیۃ علی رسالۃ میر زاہد — عماد الدین عثمانی اللبکنی تلمیذ بحر العلوم فرنگی محلی خدا بخش ۱۹۵۲ء

۶۴۔ ثلث عشرۃ کاملۃ 〃 〃 〃 〃 مطبوعہ

۶۵۔ القول الثالث 〃 〃 〃 رضا لائبریری ۱۸۲۷/۱

۶۶۔ شرح شرح التہذیب لیزدی — عبدالحی عثمانی المکی تلمیذ بحر العلوم فرنگی محلی — خدابخش ۱۹۹۶

۶۷۔ العقیدۃ الوثیقہ " " " " " ندوہ لکھنو ۳۵۴

۶۸۔ الحاشیۃ علی الحاشیۃ الزاہدیۃ " " " " " خدابخش ۲۳۹۷

۶۹۔ الحاشیۃ علی میرزاہد علی الرسالۃ القطبیہ — حیدر علی بن حمد اللہ سندیلوی (۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) فرنگی محل ۹۳۵/۲۳۹

۷۰۔ الرسالۃ فی حل شبہۃ الاستلزام " " " " سلیمان ۱۴۰/۱۶

۷۱۔ الرسالۃ فی العلم والمعلوم " " " " " "

۷۲۔ التحریرات علی شرح السلم لحمد اللہ " " " " رضا لائبریری ۲۷۶۳/۶

۷۳۔ الحاشیۃ علی شرح ہدایۃ الحکمۃ للصدرا — سید دلدار بن سید معین نصیر آبادی (۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء)
فرنگی محل ۷۵۸/۴۰

۷۴۔ تقریر معدوم النظیر — سید دلدار بن سید معین نصیر آبادی (۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء) ندوہ ۳۸۵

۷۵۔ تہذیب التہذیب — عبدالباسط بن رستم علی قنوجی (۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء)
ایشیاٹک سوسائٹی ۱۴۳

۷۶۔ الحاشیۃ علی حاشیۃ غلام یحییٰ بہاری — حافظ علی اصغر فیض آبادی تلمیذ مولانا بہاری — آصفیہ ۱۳

۷۷۔ رسالہ الجعل المولف والبسیط — غلام حسین الہ آبادی — خدابخش ۱۳۷۴

۷۸۔ عقد الجواہر فی شرح ظواہر الجواہر — محمد خیر الدین جونپوری (۱۲۴۳ھ/۱۸۲۷ء) بہار ۳۳۲

۷۹۔ الحاشیۃ علی شرح ہدایۃ الحکمۃ للمیبذی — محمد اصغر فرنگی محلی — فرنگی محل ۷۸۵/۸۷

۸۰۔ العقد المنظوم فی سلک العلوم — شیخ تراب علی خیر آبادی (۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء) آصفیہ ۲۴۷

۸۱۔ المدحۃ الشامخۃ فی الاصول الراسخۃ — محمد اشرف بن نعمت اللہ صدیقی (۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸ء)
فرنگی محل ۹۸۲/۷۸۳

۸۲۔ الحاشیۃ علی میرزاہد علی الرسالۃ القطبیہ — علامہ فضل امام بن محمد ارشد خیر آبادی (۱۲۴۴ھ/
۱۸۲۹ء) سبحان اللہ ۱۴۰/۹۳

۸۳۔ المرقاۃ علامہ فضل امام بن محمد ارشد خیرآبادی (۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء) مطبوعہ
۸۴۔ تلخیص طبیعیات الشفاء 〃 〃 〃 〃 〃 سبحان اللہ ۱۱۰/۳۱
۸۵۔ شرح میزان المنطق 〃 〃 〃 〃 〃 سلیمان گلشن ۲۵۴/۴
۸۶۔ الحاشیۃ علی میر زاہد ملا جلال 〃 〃 〃 〃 〃 ذخیرہ شیفتہ علی گڑھ ۱۵۴/۹۰
۸۷۔ تشحیذ الاذہان 〃 〃 〃 〃 〃 مطبوعہ
۸۸۔ الحاشیۃ علی شرح ہدایۃ الحکمۃ للصدرا محمد اعظم بن فیض اللہ قنوجی سبحان اللہ ۱۱۰/۲۱
۸۹۔ الحاشیۃ علی حاشیۃ میر زاہد علی شرح التہذیب للدوانی قاضی ارتضا علی خاں گوپاموی (۱۲۵۱ھ/۱۸۳۵ء) سبحان اللہ ۱۶۰/۵۴
۹۰۔ الحاشیۃ الزاہدیۃ علی التہذیب قاضی ارتضا علی خاں گوپاموی (۱۲۵۱ھ/۱۸۳۵ء) مطبوعہ
۹۱۔ شرح الزاہدیۃ علی الرسالۃ القطبیہ 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۹۲۔ الحاشیۃ علی المیبذی 〃 〃 〃 〃 〃 آصفیہ ۲۴۰
۹۳۔ التعلیقات علی شرح السلم لحمد اللہ 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۹۴۔ علی مبحث المثناۃ بالتکریر 〃 〃 〃 〃 〃 مطبوعہ
۹۵۔ التصریحات 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۹۶۔ الحاشیۃ علی المثناۃ بالتکریر سید اسمٰعیل لندنی مرادآبادی (۱۲۵۳ھ/۱۸۳۸ء) فرنگی محل ۸۶۷/۱۶۹
۹۷۔ الحاشیۃ علی شرح التہذیب للیزدی 〃 〃 〃 〃
۹۸۔ الحاشیۃ علی المیبذی 〃 〃 〃 〃 فرنگی محل ۹۶۳/۲۶۴
۹۹۔ الحاشیۃ الظہوریہ ظہور اللہ بن محمد ولی فرنگی محلی (۱۲۵۶ھ/۱۸۴۱ء) سلیمان ۱۴۰/۳
۱۰۰۔ الحاشیۃ علی میر زاہد ملا جلال 〃 〃 〃 〃 〃 مطبوعہ
۱۰۱۔ حاشیۃ الدوحۃ المیادہ فی حدود الصورۃ والمادہ 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۱۰۲۔ الحاشیہ علی المیبذی حسن علی صغیر محدث لکھنوی (۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء) فرنگی محل ۸۶۸/۱۶۰

122473
Date 26.3.91

۱۰۳۔ الاقالات فی بحث العلم — ولی اللہ بن حبیب اللہ لکھنوی (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء)
فرنگی محل ۶۶۱/۲۳۱

۱۰۴۔ الحاشیۃ علی میر زاہد ملا جلال — ولی اللہ بن حبیب اللہ لکھنوی (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء)
فرنگی محل ۹۱۹/۲۳۱

۱۰۵۔ شرح تذکرۃ المیزان — ولی اللہ بن حبیب اللہ لکھنوی (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) سلیمان ۱۹/۱۴۰

۱۰۶۔ التنبیہات فی التشکیک " " " " " مطبوعہ

۱۰۷۔ حاشیۃ الصدرا " " " " " "

۱۰۸۔ الحاشیۃ علی شرح ہدایۃ الحکمۃ — سید حسین بن دلدار علی نصیر آبادی (۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء)
فرنگی محل ۵۵۴/۵۹

۱۰۹۔ الحاشیۃ علی مراۃ الشروح — خادم احمد بن محمد حیدر لکھنوی (۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء)

۱۱۰۔ الرسالۃ فی قاطیغوریاس — علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) فرنگی محل ۲۵۳/۱

۱۱۱۔ حاشیۃ الافق المبین " " " " سبحان اللہ ۱۴۰/۸۰

۱۱۲۔ الحاشیۃ علی شرح سلم القاضی مبارک " " " " فرنگی محل ۶۸۳/۸۵

۱۱۳۔ الہدیۃ السعیدیۃ فی الحکمۃ الطبعیۃ " " " " مطبوعہ

۱۱۴۔ الرسالۃ فی العلم والمعلوم " " " " رضا لائبریری ۲۸۴۳/۴

۱۱۵۔ الرسالۃ فی الرد علی القائلین بحرکۃ الارض " " " " برلن لائبریری ۵۱۱۴

۱۱۶۔ الکافی لحل ایسا غوجی " " " " رضا لائبریری ۳۶۰

۱۱۷۔ الجنس الغالی فی شرح جوہر العالی " " " " تذکرہ : ۱۶۴

۱۱۸۔ الحاشیۃ علی حاشیۃ غلام یحیی بہاری — مفتی محمد عنایت احمد کاکوروی (۱۲۷۹ھ/۱۸۶۳ء)
حبیب گنج علی گڑھ ۳۹/۵۴

۱۱۹۔ البیاض الکافی علی شرح القاضی — تراب علی بن شجاعت علی لکھنوی (۱۲۸۱ھ/۱۸۶۵ء)
مطبوعہ